آپ کی طویل و عریض بحث میں ایک چیز جو میں نے خاص طور پر دیکھی ہے وہ یہ ہے کہ اپنے بہت سے استدلالات و مزعومات کو آپ ایسے قواعد کلیہ کے طور پر بیان کر دیتے ہیں کہ گویا اُن میں سے کوئی استثنا نہیں ہے۔ حالانکہ حقیقت اس کے خلاف ہوتی ہے۔ مثلاً آپ کہتے ہیں کہ پورے قرآن مجید میں القاء یا تلقی کا استعمال وحی غیر متلو کے لیے نہیں ہوا۔ حالانکہ یہ لفظ ہر طرح کے القا اور تلقی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ خواہ وہ رحمانی ہو یا انسانی حتیٰ کہ شیطانی ہو۔ تلقی کا لفظ بھی حضرت آدم کے جنت کے قیام کے ذکر میں فرمایا گیا۔ جب وہ منصب نبوت پر فائز نہیں تھے " فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ " (البقرہ - ۳۷) اسی طرح فرمایا ہے اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ (النور ۱۵) اسی طرح فرمایا " اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ " (قٓ - ۱۷) ۔ اسی طرح آپ کا یہ خیال بھی صحیح نہیں ہے کہ ملائکہ کے لیے ہمیشہ نزول یا اس مادے کے دوسرے مشتقات ہی استعمال ہو سکتے ہیں ــــ فرشتوں کے لیے جآءَ اور جآءَتْ کے الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں اور ارسل کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے۔ اس لیے آپ یہ خواہ مخواہ کا غلط ادعا کر رہے ہیں اور اس سے جو بات آپ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ وہ ثابت نہیں ہوتی اور اس کا خلاف کتاب وسنّت کی متعدد نصوص سے ثابت ہے۔

سجدۂ شکرانہ

(ادارہ)

سوال:۔ رجم کے متعلق حال ہی میں جو غیر متفقہ عدالتی فیصلہ سامنے آیا ہے اس پر طلوع اسلام کا ایک اقتباس بہ عنوان "سجدۂ شکرانہ" پیش خدمت ہے۔

"**سجدۂ شکرانہ**: یہ پرچہ پریس میں جا رہا تھا کہ روزنامہ نوائے وقت لاہور کی اشاعت میں یہ ایمان افروز خبر، وجہِ فروغِ دیدہ ہوئی کہ:۔

وفاقی شرعی عدالت نے رجم کو اسلامی تعلیمات کے منافی قرار دے دیا۔

تفصیل اس کی یوں درج ہے کہ:ـــ اسلام آباد ۲۱ مارچ (پ پ ا) وفاقی شرعی عدالت

نے آج کثرت رائے سے فیصلہ سنایا ہے کہ رجم یعنی سنگسار کر کے ہلاک کر دینا حد نہیں۔
یہ فیصلہ مسٹر جسٹس (ریٹائرڈ) صلاح الدین احمد (چیئرمین)، مسٹر جسٹس آغا عبد العلی۔
مسٹر جسٹس شیخ آفتاب حسین۔ مسٹر جسٹس ذکاء اللہ لودھی، اور مسٹر جسٹس کریم اللہ درانی
(ارکان) نے دو درخواستوں پر سنایا ہے۔ یہ درخواستیں لاہور کے مسٹر حضور بخش، مسٹر
ایم۔ آئی چودھری نے دائر کی تھیں، جن میں کہا گیا تھا کہ نفاذِ حدود آرڈیننس مجریہ ۱۹۷۹ء
کے مطابق رجم یا سنگساری، اسلامی احکام کے منافی ہیں۔ فاضل عدالت کے تین ججوں نے
فیصلہ دیا کہ رجم حد نہیں۔ جب کہ جسٹس شیخ آفتاب حسین نے قرار دیا کہ یہ فیصلہ تعزیر کے
مطابق ہے تاہم مسٹر جسٹس کریم اللہ درانی نے اس فیصلے سے اختلاف کرتے ہوئے لکھا کہ رجم
حد ہے۔ عدالت کے اعلان کے مطابق اس فیصلے کا اطلاق اس سال ۳۱ جولائی سے ہوگا۔ اس
وقت تک آئین کے تحت حکومت قانون میں ضروری ترمیم کرے گی تاکہ اس قانون کو وفاقی
شرعی عدالت کے مطابق بنایا جا سکے۔"

اب اس پر جذباتِ مسرت کا وجد ان لفظوں سے ظاہر ہوتا ہے:

"ہم سب سے پہلے بحضور رب العزت سجدہ ریز ہیں جس نے ہماری نتیس سالہ کوششوں
کو شرفِ قبولیت عطا فرمایا۔ اس کے بعد ہم محترم حضور بخش اور ایم۔ آئی چودھری دیگران
دیگر حضرات کو جنہوں نے اس باب میں کوشش فرمائی مستحق مبارکباد سمجھتے ہیں اور
شرعی وفاقی عدالت کی خدمت میں ہدیۂ تبریک و تہنیت پیش کرتے ہیں جنہوں نے اس
اولوالعزمانہ فیصلہ سے قرآن مجید کی برتری کو ثبت کر کے، اسلام کو دنیا میں سر اٹھا کر چلنے
کے قابل بنا دیا۔ فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ احسن الجزاء۔

کچھ اس کے متعلق آپ بھی اظہار رائے کریں گے۔

جواب:

کچھ ایسا اظہار رائے کا مقام تو نہیں ہے اگر آپ نے جب بطور خاص اسے اٹھا کر میرے
سامنے لا رکھا ہے تو تھوڑی سی دلچسپی لینے میں کچھ حرج بھی نہیں۔

پہلی بات تو میں یہ کہتا ہوں کہ اس شذرے کا اختتامی حصہ پڑھتے ہی خیال آتا ہے کہ حدِ رجم کے خلاف حالیہ فیصلہ صادر ہونے سے پہلے دُنیا میں اسلام (نعوذ باللہ) بڑا اشرمسار اور سرنگوں رہا ہوگا بلکہ گھسٹ اور رینگ کر چلتا ہوگا۔ دورِ نبوتؐ ہو یا دورِ خلافتِ راشدہ، اموی سلطنت ہو، یا عباسی، فاطمی دور ہو یا عثمانی، مسلمانوں کی گردن دُنیا کے سامنے بہت دبتی ہوگی، بیچارے احساسِ کمتری کی وجہ سے بات بھی نہ کرسکتے ہوں گے۔ تبلیغِ اسلام کی جرأت تو اور بھی مشکل ہے۔ کوئی شخص اسلام لاتا بھی نہ ہوگا۔

شاید یہی وہ کمزوری ہوگی کہ جس نے ہماری سلطنتوں کو سرنگوں کر دیا اور جگہ جگہ غلامی کی رات چھا گئی اور اب تو بس پہلی بار اسلام کا سر ایسا اونچا ہوا ہے کہ وہ مشرق و مغرب کے انسانوں کو پلک جھپکنے میں مفتوح کرلے گا۔

بالفاظِ دیگر، اسلام سر اُٹھا کر چلنے کے لیے "ہماری" ——— یعنی منکرینِ سنّت کی "تئیس سالہ کوششوں" کے نتیجہ خیز ہونے کا منتظر تھا۔

دوسری بات یہ کہ ہمارے یہاں اسلام کے معنی کتاب و سنّت والا اسلام کے ملے ہیں، کیا بلحاظ دستور اور کیا بلحاظ ملّت کے اکثریتی نقطۂ نظر کے اور کیا بلحاظ جملہ مدارسِ فکر کے علماء کے اجماع کے۔ پس وقتی فیصلے کچھ بھی ہوا کریں، آخر کار بات کو لوٹ کے کتاب و سنّت والے اسلام ہی پر پہنچنا ہے۔ انکارِ سنّت والے اسلام پر نہیں۔ ایک اقلیتی نقطۂ نظر کے لیے کچھ لوگ ہیلبلی کا طوفان اُٹھائیں ـــ یا اندرون خارج اپنے حلقے بنالیں اور فکرِ مغرب کے اسیروں کو "اسلام میڈ ایزی" کے طلسم سے تسکین پہنچا کر انہیں زیرِ اثر کرلیں۔ اُن کا عقیدہ خاص اکثریتی نقطۂ نظر نہیں بن سکتا۔ کیونکہ ایک جزوی معاملے میں اس کے اطلاق سے اس کی پوری خرابیاں سامنے نہیں آتیں۔ مگر سارے اسلام کے سارے نظامِ عبادات و معاملات پر ترکِ سنّت کا اصول پھیلایا جائے تو اصل بات کھلتی ہے کہ دین کے تمام ادارے اور تمام ہیئتیں ٹوٹ جاتی ہیں۔ اور فکری اختلافات کے بیسیوں راستے ہر مسئلے میں نکل آتے ہیں۔ وہ تو سنّت نے ہر معاملے میں (DIMENSIONS اور DIRECTIONS) کو متعین کر دیا ہے جس کی وجہ سے لاطائل اختلافات کے راستے بند ہو جاتے ہیں، صرف اجتہاد و استنباط کی راہیں کھلی رہتی ہیں۔

تو میں جناب مستفسر سے عرض کروں گا کہ ہمارے ہاں جو گروہ اکثریت کے خلاف مراصد میں گھات لگا کے بیٹھتے ہیں اور پھر جب اُن کا کوئی وار کاری لگ جاتا ہے تو اُس پر خوشی مناکر اکثریت کو چڑاتے ہیں، وہ کسی نہ کسی وقت اس طفلانہ کھیل کا خمیازہ بھگتیں گے۔ اُن کی حالیہ کامیابی رائے عام اور علماء کی بحثوں کے نتیجے میں پیدا نہیں ہوئی، بلکہ اوپر سے وارد ہوئی ہے۔

تیسری گذارش یہ ہے کہ یہ کچھ اچھا اسلوب نہیں ہے کہ ایک معزز عدالتی بنچ کے فیصلے میں جن ججوں کی آراء آپ کو پسند آئی ہیں۔ اُن کے ناموں کو الگ سے نمایاں کر کے آپ اُن کو مبارکباد دیں (اگرچہ شرطِ ادب پوری کرنے کے لیے بعد میں پوری عدالت کے لیے بھی مبارکباد کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں) نیز اُن کے بارے میں خطوطِ وحدانی کے اندر "جنہوں نے اس باب میں کوشش فرمائی" کے الفاظ بھی خواہ مخواہ سوال پیدا کرتے ہیں کہ آیا مسئلے کو سوچنے اور فیصلہ لکھنے کے علاوہ بھی کسی طرح کی تکلیف اُٹھانا مراد ہے۔ کیونکہ اُوپر "ہماری تیس سالہ کوششوں" کے الفاظ میں کوشش کا ایک خاص تصور ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ ججوں کے متعلق ایسے ذومعنی الفاظ اور انداز سے اظہارِ تحسین اچھا نہیں لگتا آخر کوشش تو اُن ججوں نے بھی فرمائی جنہوں نے اختلافی فیصلہ لکھا۔ اُن کے متعلق نام لے کر الگ سے آپ نے داد و ستد نہیں فرمائی۔

شاید فوری مسرت کے دباؤ کی وجہ سے اس طرح کا ذہنی عدم توازن پیدا ہو گیا ہو۔

(ن ۔ ص)